© rasailojaraid.com

رسائل و مسائل

موسیقی اور گانا: چند پہلو

سوال: ''میڈیا کا مشرف بہ اسلام ہونا'' (''رسائل و مسائل''، اگست ۲۰۰۰ء) میں آپ نے فرمایا کہ اسلام میں موسیقی اور آلات موسیقی کی ممانعت ہے۔ اس حوالے سے چند سوالات وضاحت طلب ہیں:

۱- کیا موسیقی کی ممانعت کسی نص صریح یا مستند حدیث سے ثابت ہے؟

۲- موسیقی انسانی جذبات اور اشعار وغیرہ کی دل نشیں ترجمان ہوتی ہے۔ کیا جائز و مباح جذبات و اشعار کا اظہار آلات موسیقی کے ذریعے نہیں کیا جا سکتا؟

۳- کیا اصلاحی، تعمیری و تفریحی فلموں اور ڈراموں میں قرآن کے جمالیاتی اور مقصدی پہلوؤں کو اختیار کیا جا سکتا ہے؟ سورہ یوسف تو قرآن کے جمالیاتی حسن کا زندہ و جاوید شاہکار ہے۔

۴- شادی بیاہ کی جدید موسیقی، فوجی، علاج و معالجہ، پی ٹی اور ڈرل وغیرہ کی موسیقی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

۵- کیا آپ کے پاس جدید میڈیا کے عوامی پروگراموں کا جواب دینے کے لیے کوئی منصوبہ ہے؟

امید ہے کہ ان سوالات کے جواب سے دعوت دین کے نئے پہلو سامنے آئیں گے۔

جواب: آپ کے سوال کا اصل رخ میڈیا یا ابلاغ و ذرائع ابلاغ سے زیادہ موسیقی کی طرف ہے۔ جہاں تک موسیقی کا تعلق ہے ہمارے علما و فقہا نے اس سلسلے میں یہ اصول اختیار کیا ہے کہ جس طرح بداخلاقی اور فحش بجائے خود حرام ہے اسی طرح جو چیز حرام کی طرف لے جانے والی ہو، وہ بھی حرام ہو گی۔ موسیقی کی حلت و حرمت کو مؤخر کرتے ہوئے اس بات سے کوئی ذی عقل انکار نہیں کر سکتا کہ اس کا قریبی تعلق اور نسبت جن افعال کے ساتھ ہے وہ واضح طور پر حرام ہیں، مثلاً رقص و سرود۔

قرآن کریم میں سورہ لقمان کی آیت نمبر۶ میں ارشاد فرمایا گیا: ''اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دلفریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے"۔ یہاں یہ بات واضح کر دی گئی کہ ہر دور میں گمراہی و ضلالت دعوت اسلامی کا مقابلہ کرنے اور لوگوں کا دل اس سے اچاٹ کرنے کے لیے موسیقی، رقص اور قصہ گوئی کی ثقافت کو استعمال کرے گی جیسا کہ مکی دور میں اس وقت کے گمراہ دانش وروں نے کیا۔ یعنی اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کو روکنے اور عوام الناس کو اسلام کی سچائی و حقانیت کے مقابلے میں نفس پرستی اور ہویٰ کے فتنے میں پھنسانے کے لیے عراق سے ناچنے گانے والی لونڈیاں لاکر مکہ میں ان کی محفلیں جما دیں تاکہ وہ کھیل کود اور لہوولعب میں گم ہو جائیں اوران کے دل و دماغ پر موسیقی، رقص اور قصہ کہانیوں کا قبضہ ہو جائے۔ اس طرح باطل نے حق کے مقابلے کے لیے ایک سوچی سمجھی حکمت عملی اختیار کی۔ یہ لونڈیاں شاہان عجم کے قصہ کہانیوں کے ذریعے نوجوانوں کے ذوق اور پسند کو متاثر کرنے کے لیے لائی گئیں تاکہ وہ حق سے متاثر نہ ہو سکیں اور ان میں سنجیدگی کی جگہ لاابالی مزاج پیدا ہو جائے۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس آیت میں لہو الحدیث کی اصطلاح کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ھو واللّٰہ الغناء، "خدا کی قسم، اس سے مراد گانا ہے" (ابن جریر، ابن ابی شیبہ، حاکم، بیہقی بحوالہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج ۴، ص ۹)۔

گویا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کی روشنی میں گانا یا غنا لہوالحدیث ہونے کی بنا پر ممنوع قرار پایا۔ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: لا یحل بیع المغنیات ولا شراؤھن ولا التجارۃ فیھن ولا اثمانھن، "مغنیہ عورتوں کا بیچنا اور خریدنا اور ان کی تجارت کرنا حلال نہیں ہے اور نہ ان کی قیمت لینا حلال ہے" (ایضاً)۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من جلس الی قینۃ یسمع منھا صُب فی اذنیہ الآنک یوم القیٰمۃ، "جو شخص گانے والی لونڈی کی مجلس میں بیٹھ کر اس کا گانا سنے گا، قیامت کے روز اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا" (ایضاً، ص ۱۰)۔ اس طرح قول صحابیؓ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے فرمان سے یہ واضح ہو گیا کہ غنا یا گانے کے حوالے سے پیشہ ور مغنیات کا گانا جسے ہم آج کی اصطلاح میں "شام موسیقی" سے تعبیر کر سکتے ہیں، حرام کی تعریف میں آئے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا کیا اس فرمان نبویؐ کی روشنی میں ہر قسم کا گانا حرام تصور کیا جائے گا؟ مثلاً اگر ایک شخص اچھی آواز کے ساتھ حمد، نعت یا شعر گا کر پڑھتا ہے تو کیا یہ بھی حرام ہوگا؟ اس پر حدیث اور فقہ سے جو ہدایت ملتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابتؓ کے اشعار کو ترنم سے سننا پسند فرماتے تھے۔ دیگر انبیا کرام کے اسوہ میں بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ ان میں سے بعض کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے گلے کی شیرینی دی تھی، جیسے حضرت داؤدؑ۔ خود نبی کریمؐ کی تلاوت قرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریم دلوں میں اتر جانے والی تھی اور آپؐ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ قرآن کریم کو بہترین آواز سے تلاوت کیا جائے اور مؤذن کے لیے ایسا شخص منتخب کیا جائے جس کی آواز میں شیرینی ہو۔ گویا خوش آوازی اور ترنم سے گانا اور معروف کے لیے گلے کا استعمال اسلامی طور پر جائز ہوگا۔ اس بنا پر ترنم کے ساتھ شعر کے سنانے پر فقہاے امت نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

حدیث کے مطالعے سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طبلہ بجانے کے ساتھ گانے کو جائز قرار دیا۔ چنانچہ **بخاری اور مسلم** میں سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ منیٰ کے قیام کے دوران عیدالاضحیٰ کے دن ان کے سامنے دو لڑکیاں طبلہ بجا کر گا رہی تھیں، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر رومال ڈالے استراحت فرما رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ داخل ہوئے اور انھوں نے لڑکیوں کو سختی سے منع کیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک سے رومال اٹھا کر ان سے کہا: "انھیں کرنے دو، ابوبکر یہ عید کے دن ہیں"۔

امام غزالی نے **احیاء علوم الدین** میں روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے مسجد نبوی کے میدان میں بعض حبشیوں کو کرتب کرنے پر ان کی ہمت افزائی فرمائی اور خود سیدہ عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا تم انھیں دیکھنا پسند کرو گی؟ پھر آپؐ نے سیدہ عائشہؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کے کرتب ملاحظہ فرمائے حتیٰ کہ سیدہ عائشہؓ خود تھک کر چلی گئیں (شیخ یوسف القرضاوی، **الحلال والحرام فی اسلام**، ص ۳۰۱، مطبوعہ امریکن ٹرسٹ پبلی کیشنز)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کم از کم طبلہ کے ساتھ گانا، جب کہ نفس مضمون فحاشی اور منکر سے خالی ہو، جائز ہے۔ اسی طرح اگر حج کے دوران منیٰ کے قیام میں، خود مسجد نبویؐ کے صحن میں حضورؐ نے حبشیوں کے کرتب پر اعتراض نہیں فرمایا تو ایسے جسمانی کرتب، جن میں کسی فحش کا دخل نہ ہو، یا ایسے گانے جو برائی پر ابھارنے والے نہ ہوں، حرام اور ناجائز قرار نہیں دیے جاسکتے۔

گو بیشتر اجتہادی مسائل میں ہمیشہ نص شرعی (قرآن و سنت) کو ہی بنیاد بنایا جاتا ہے لیکن بعض اوقات احتیاط کے پیش نظر اور کسی شے سے منکرات سے قریبی نسبت کے سبب بھی اسے حرام تصور کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ گانے کی نسبت ہم نے یہ رائے قائم کر لی ہے کہ اگر آج صرف طبلہ کے ساتھ گانے کو گوارا کیا گیا تو کل بہت سے نئے آلات موسیقی کے ساتھ نہ صرف ایک بلکہ نغموں کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا---- یہ ایک جائز خدشہ تو ہے لیکن دلیل نہیں۔ صورت واقعہ یہ ہے کہ ہم جس وقت اس بات پر بحث کر رہے ہیں کہ کیا جس چیز کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، جن کا ہر ارشاد و عمل عالم گیر حیثیت رکھتا ہے، حلال قرار دیا اور ان کے یہ فرمانے پر کہ عید کے موقع پر طبلہ کے ساتھ لڑکیوں کو گانے دیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے، ۲۰۰۰ء میں عمل ہو گا یا نہیں؟ عین اسی وقت جب شیطانی تہذیب اپنی تمام سج دھج کے ساتھ اس اصل لہوالحدیث سے سو قدم آگے بڑھ کر جو مکہ میں پائی جاتی تھی، امت کے نوجوانوں، بچوں اور بوڑھوں غرض تمام مردوزن کو اپنی جانب کھینچ رہی ہے، ہمارا جائز سے بھی "احتیاط" کی بنا پر احتراز کرنے پر اصرار کرنا اگر شدت پسندی نہیں تو کم از کم اس اعتدال کے منافی ہے جو اسلام کا مقصود ہے۔

اس بنیادی وضاحت کے بعد آپ کے سوال میں اٹھائے گئے نکات کا سلسلہ وار جواب درج ذیل ہے:

۱- اوپر ذکر کی گئی حدیث میں آلات موسیقی کے ساتھ گانے والی لونڈیوں کے حوالے سے واضح حرمت کی بنیاد پر صرف وہ گانا جائز ہو گا جسے خود شارع علیہ السلام نے جائز قرار دیا۔

۲- یہ تصور کہ آلات موسیقی سے پیدا کردہ موسیقی اور پیشہ ور گائکوں کے دادرے اور ٹھمریاں ہی انسان کے لطیف جذبات اور جمالیاتی ذوق کی تسکین کر سکتے ہیں، ایک بے بنیاد مفروضہ ہے۔ فجر کے وقت پرندوں کا اللہ تعالیٰ کے حضور حمد کرنا، بہتے ہوئے چشمے، دریا اور جھیل کا سکون و سکوت اور کبھی تلاطم بغیر آلات موسیقی کے استعمال کیے ایک مشاہدہ اور غور کرنے والی روح کو جو سرور و تسکین اور لذت فراہم کرتا ہے وہ مصنوعی آلات سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے موسیقی اور موسیقیت کو آلات موسیقی سے مطلقاً وابستہ کر دینا روح موسیقی کے منافی ہے۔

۳- اصلاحی، تعمیری، اخلاقی اور تفریحی مقاصد کے پیش نظر قرآن و حدیث کی بے شمار تعلیمات کو تمثیلی انداز میں پیش کرنا ایک اجتہادی عمل ہے اور اس میں مصنف، اداکار اور ہدایت کار ہر ایک کا شریعت کے مقاصد اور اصول سے واقف ہونا ضروری ہے تاکہ گانا ہو یا تمثیل، اداکار کو اسلامی حدود کا پورا علم ہو۔ میڈیا کے ذریعے تقویٰ، حقوق العباد، حقوق اللہ، تزکیہ نفس، تزکیہ مال، تزکیہ معاشرہ، عدل و انصاف کا قیام، بر اور نیکی کا رائج کرنا، جہالت، فساد، قتل و غارت کے خلاف جہاد غرض بے شمار قرآنی تعلیمات کو ذہنوں میں راسخ کرنے کے لیے صرف تقریر اور درس و تدریس کافی نہیں۔ ذرائع ابلاغ خواہ اخبارات و رسائل ہوں یا ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ یا دیگر جدید معلوماتی ذرائع، ان سب کا اسلامی اخلاقی دائرے میں استعمال دین کی دعوت اور نشرواشاعت کے لیے ضروری ہے۔

اگر ایک جانب شیطانی ثقافت ان تمام ذرائع کو استعمال کر رہی ہو اور ہم محض احتیاط کی بنا پر ان ذرائع کے استعمال سے بچے رہیں تو نتائج وہی ہوں گے جو شیطان چاہتا ہے۔ اگر ہمارے ملک کے جید علما نے سینما فوٹوگرافی کو تصویر کی تعریف سے خارج کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا کہ اس ذریعے کو دین کی لطیف انداز میں تعلیم و تربیت کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے تو پھر ٹی وی اور انٹرنیٹ کا اس غرض سے استعمال کیسے حرام ہو سکتا ہے۔ ہاں جن واقعات کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے ان میں ہمیں جدید فنی طریقوں کو اس طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استعمال کرنا ہو گا کہ خواتین کے اسکرین پر آئے بغیر ڈراما، فلم وغیرہ بنائے جائیں۔ ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد اس قسم کی فلمیں بنی ہیں اور عالمی مقابلوں میں کامیاب بھی ہوئی ہیں۔

۴- شادی بیاہ کے موقع پر صرف وہ موسیقی اختیار کی جاسکتی ہے جو سنت سے ثابت ہے یعنی طبلہ اور دف کا استعمال۔ اس کے علاوہ دیگر آلات موسیقی کے استعمال کی کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اس اصول کا اطلاق فوج پر بھی ہو گا اور علاج معالجے کے طریقوں پر بھی۔

۵- جہاں تک جدید میڈیا کے لیے منصوبہ عمل کا تعلق ہے، تحریکات اسلامی کے پاس شیطانی تہذیب کے طوفان کے خلاف اخلاقی اور اصلاحی پروگراموں کے حوالے سے ایک واضح لائحہ عمل ہونا چاہیے۔ تحریک اخوان المسلمون نے اسے اپنے پروگرام کا ایک لازمی جزو بنایا تھا اور مصر اور قرب و جوار میں ایسے ڈراموں اور نغموں سے جو تفریحی بھی تھے اور تعمیری بھی، فحاشی پر مبنی تفریح کا مثبت طور پر متبادل پیش کیا تھا۔ ہمیں بھی اپنی حکمت عملی وضع کرنی ہو گی۔ اس میں جتنی تاخیر ہو گی، مشکلات میں اتنا ہی اضافہ ہو گا۔

بہرصورت میڈیا کا تعمیری اور اخلاقی استعمال تقاریر کا بدل نہیں ہو سکتا۔ سنجیدہ موضوعات پر تحریر اور تقریر کا استعمال نصوص شرعی سے ثابت ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے صحف و کتب کی شکل میں اور انبیاے کرام نے اپنے خطابات کی شکل میں دین کی دعوت دوسروں تک پہنچائی، لیکن نہ ان کی تقاریر نیند آور تھیں، نہ ان کی تحریر طولانی۔ اس لیے تحریر و تقریر کے ساتھ ساتھ ہمیں متوازن طور پر میڈیا کا استعمال بھی کرنا ہو گا۔ واللہ اعلم بالصواب **(ڈاکٹر انیس احمد)**۔

خواتین کے لیے شہادت کا درجہ

س: میں نے قرآن پاک کی تفسیر میں پڑھا ہے کہ مرد شہید کے لیے خدا نے طرح طرح انعامات کے وعدے کیے ہیں۔ آپ قرآن و سنّت کے حوالے سے یہ واضح فرمایئے کہ خواتین اُس درجے کو کیسے پاسکتی ہیں اور اُن کو وہ مراعات کن کاموں سے مل سکتی ہیں؟

ج: خواتین شہادت کے درجے کو شہادت کی تمنا کر کے پاسکتی ہیں۔ وہ یہ ارادہ رکھیں کہ اقامت دین اور دین کی سربلندی اور غلبے کے لیے انھیں جب بھی بلایا جائے گا تو وہ نکلیں گی، اور اگر جان دینے کی ضرورت پیش آئی تو جان کی قربانی دیں گی۔ ایسی صورت میں وہ محض ارادے کے سبب سے شہید لکھی جائیں گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب آدمی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو کسی وجہ سے کر نہیں پاتا تو اس کے لیے وہ نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جو اسے عملی جامہ پہنا لے تو اسے ۱۰ گنا سے لے کر ۷۰۰ گنا تک ثواب ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل و احسان ہے کہ محض ارادے سے، بغیر کسی عملی قربانی کے، اس کی قربانی شہادت کی شکل میں لکھ دی جاتی ہے۔ خواتین کو جہاد کے لیے اُس وقت پکارا جاتا ہے جب تعداد کم ہونے کی وجہ سے مرد

© rasailojaraid.com